وفادار بہن

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ

والدین کے اوصاف وکمالات اگر اولاد میں نہ پائے جائیں تو تعجب ہے۔ نسل اصلاً ماں باپ کی صحیح یادگار ہوتی ہے اور اس کے حالات واطوار وہی ہونے چاہئے جو والدین کا کردار تھا یہ نظریہ نوع بشر کے سوا معدنیات میں بھی ہے اور جس کان کے جو جوہر جیسی خصوصیت رکھتے ہیں وہ بات دوسرے معدن میں نظر نہیں آتی اس کے علاوہ کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو اپنی فطری صلاحیت سے مرکز فضائل اور کمالات کا نمونہ ہوتے ہیں اور ان کے ظرف کی وسعت برسوں ایک حالت پر قائم رہتی ہے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا خانوادہ ہبوط حضرت آدمؑ سے خداشناسی وعرفان الٰہی میں اقوام عالم سے سابق سے خدمت خلق میں محتاج تعارف نہ تھا، خانہ کعبہ کی بے آب وگیاہ زمین کو آب زمزم سے جس نے سیراب کیا وہ اسماعیل ذبیح تھے جن کو حق کی راہ میں قربان ہونے میں عذر نہ تھا۔

اس پیکر وفا اور مجسمہ اطاعت کی طیب وطاہر ذریت ہاشم اور عبدالمطلب تک پہنچ کر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور مبداء فیاض نے نبوت وامامت کو نور واحد سے جدا کر کے حضرت عبداللہ اور ابوطالب تک پہنچایا بطن آمنہ سے محمد مصطفیٰؐ اور شکم بنت اسد سے علی مرتضیٰ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وقتی جدائی علیؑ وفاطمہؑ کی تزویج کی صورت میں پھر متحد ہو کر مرکز قرار پائی اور وہ ذات جو آدمؑ کا علم، نوحؑ کا فہم، موسیٰ کی ہیبت، ابراہیمؑ کی خلّت اور زہد عیسیٰ کا ورثہ دار تھا۔ مبدأ فیاض کی عطا سے صاحب اولاد ہوا، حسنین سردار جوانان بہشت اور محسن ماں کی مظلومیت پر گواہ اور زینب وام کلثوم دو لڑکیاں جن کی کنیزوں کو زہرہ ومشتری سے تشبیہہ دینا صحیح ہے۔ فلک امامت اور آغوش سیدہ کے یہ دو چاند تھے جن کی ولادت نے اولاد علیؑ وفاطمہؑ کو پانچ کے مبارک عدد تک پہنچا دیا۔

قرآن مجید نے آل رسول کو خاندان حضرت ابراہیمؑ کا چشم وچراغ قرار دیا اور ان کے برگزیدۂ کائنات ہونے کا سورہ آل عمران میں اعلان عام ہے اور اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ میں جو معزز فرد یں آل ابراہیمؑ میں داخل ہیں اور ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ کا جو اصلی مفہوم ہے وہ بھی پنجتنؑ ہیں جن کو رب العزت نے اصحاب کساء اور خمسۂ نُجباء بنایا ہے۔ (دیکھو صواعق محرقہ، مقصد دوم، روایت بریدہ، ص ۱۰۳، سطر ۲۱ طبع مصر/تیسرا منشور سیوطی، ج ۲ ص ۱۸ طبع مصر)

انبیاؑء میں حضرت ابراہیمؑ زیادہ سے زیادہ مصائب سے دوچار ہوئے۔ منجنیق میں ان کی اسیری، نار نمرود، وطن چھوڑنا، ذبح فرزند ایک مصیبت ہوتو کہی جائے انھیں مصائب وآلام نے ان کی اولاد کو دکھ درد، اور غم والم کا محور قرار دیا ہے اور تصورات مصائب میں انھیں کے نام یاد آتے ہیں۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا وہ داستان مصیبت کا مطلع اور درد میں ڈوبا ہوا نوحہ ہے جس کے اثر نے مقبولیت عام کا جامہ پہنایا اور جن کی سیاست اس صدائے شیون کو فضائے عالم سے محو کردینا چاہتی تھی ان کے قلم بھی ضبط

وتدوین میں شمشیر براں کی طرح چلے اور پورا نوحہ سیرت فاطمہ زہراؑ میں محفوظ کر دیا دیکھو کتب معتبرہ اسلام جو اکناف عالم میں عظمت کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں۔

۱۔ مشارق الانوار طبع مصر ۱۹۳۱ء ص ۸ شیخ حسن حمزادی عدوی۔

۲۔ فصول مہمہ ابن صباغ مالکی، ص ۱۵

۳۔ روضۃ الشہداء کاشفی، ص ۸۷ طبع نول کشور۔

مصیبتوں کے وہ پہاڑ اس گھرانے پر گرائے گئے جو اگر روز روشن پر گرتے تو اندھیری رات ہو جاتے۔ معصومہ عالم کے اس نوحہ میں ان کی چشم و چراغ زینبؑ کی اسیری داخل ہے۔ سیرت حضرت زینبؑ پر ہمارے ایک مقالہ میں یہ رہ گیا ہے کہ جناب زینبؑ کی وفات کیوں پردۂ خفا میں ہے اس سوال کا جواب کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے واقعات پر بالغ نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ جو اولاد علیؑ و فاطمہؑ میں ان سے قریب تھا وہ اسی قدر مصیبتوں کا شکار اور آماج گاہ غم والم تھا، ان مشکلات کی موجودگی میں بھی دوسو برس تک شہزادی کا تاریخ وسنہ وفات محفوظ تھا امام علی نقیؑ کے بعد زمانہ میں کچھ ایسی تیرو تار گھٹائیں اُٹھیں کہ ان جواہر پاروں کو راوی آئندہ نسلوں سے منتقل نہ کر سکے۔

صرف تاریخ وفات ہی پردہ خفا میں نہیں ہے۔ قبر مبارک بھی جنت البقیع میں ہے مصر میں ہے شام میں ہے اختلافات زیادہ سے زیادہ موجود ہیں فاضل جلیل علی بن عبدالعظیم تبریزی نے اپنی کتاب میں جو بیان نذر قرطاس کیا ہے فارسی سے اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو اہل سیر وتاریخ آرام گاہ مرقد پاک حضرت زینبؑ کی تعیین میں اختلاف رکھتے ہیں اور مقام منسوب ہیں آپ کی طرف لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ شام کے دیہات میں جو زیارت گاہ ہے اور جہاں ہر خاص و عام زیارت کو آتا ہے اور جسے زینبیہ کہتے ہیں اور جہاں بلند گنبد اور مقبرہ کی عمارت اور صحن وسیع موجود ہے حاجی جب شام کی راہ سے گزرتے ہیں تو وہاں پہنچ کر تجدید ماتم اور عزاداری کرتے ہیں۔

فرمایا فاضل تبریزی نے، میں بھی حج کے سفر سے واپس ہوتے ہوئے اس بڑی بلند سعادت سے مشرف ہوا اور دیوار و در پر میں نے بیکسی کے آثار دیکھے۔ عصر حاضر کے وسیع مطالعہ سے اہل تحقیق اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ ثانی زہراؑ کی وہاں قبر ہونے کا سبب یہ تھا کہ مدینہ رسول میں قحط پڑا اور تمام اہل شہر خورد ونوش کی ناقابل برداشت زحمت میں مبتلا ہوئے عبداللہ بن جعفر بھی قحط کے مصائب برداشت نہ کر سکے اور عیال کو لے کر شام چلے گئے اس خیال میں کہ گرانی ختم ہونے پر واپس آئیں گے جناب زینبؑ کے مزاج میں تغیر پیدا ہوا اور بیمار پڑ کر رحلت کر گئیں۔ ثقۃ المحدثین الحاج شیخ عباس قمی (خدا اُن کو باقی رکھے) کا مدینۃ الزائرین میں بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کہوں کہ جو مزار شام میں موجود ہے وہ البتہ جناب زینبؑ کا مزار ہے تو یہ قول قابل اعتماد ہے۔ (ترجمہ اصل عبارت وقائع الدیام، ص ۳۵۴)

تاریخ وفات جناب زینبؑ کا تذکرہ ۲۵۴ھ تک زبانوں پر تھا اور ہجرت کو ڈھائی سو برس گزر جانے پر کوئی ایسی عظمت اور اقتدار باقی تھا کہ عورتیں غلط طور پر اپنے تئیں جناب زینبؑ ظاہر کر کے قابل فخر صورت اختیار کرتی تھیں۔

تاریخی واقعہ سے استدلال

آج دنیا میں ایک طبقہ وہ ہے جو تاریخ کو حدیث پر

ترجیح دیتا ہے۔ ہم اس جرأت کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن وہ تاریخ قابل احترام ہے جو حدیث سے ماخوذ ہو ہمارے دعوے کا ثبوت یہ واقعہ ہے جو سنی شیعہ کتب میں برابر درج ہو رہا ہے۔

عہد امام علی نقیؑ میں ایک عورت نے زینب بنت فاطمہ ہونے کا دعویٰ کیا اور خلائق کے دلوں پر قبضہ کی نئی صورت سوچی۔ متوکل کا زمانہ حکومت تھا اس نے چہرہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ تو عالم شباب میں ہے اور عہد رسول سے آج تک کتنا زمانہ ہو چکا ہے اس نے کہا میرے سر پر پیغمبر نے ہاتھ پھیر دیا تھا اور ہر چالیس سال کے بعد میری جوانی پلٹ آتی ہے متوکل نے اولاد ابوطالب وعباس کے بوڑھوں کو جمع کیا اور چاہا کہ وہ شناخت میں مدد دیں۔ ایک گروہ نے حضرت زینبؑ کا سال وفات بتایا مگر عورت کسی طرح اپنے دعوے سے باز نہ آئی......متوکل نے حاضرین ہی سے تدبیر پوچھی کسی نے پتہ دیا کہ (امام) علی نقیؑ فرزند محمد تقیؑ کو طلب کر شاید وہ کوئی دلیل پیش کریں آپ بلائے گئے اور عورت کا دعویٰ آپ کو سنایا گیا۔

فَقَالَ کَذِبَ فَاِنَّ زَیْنَبَ تُوُفِّیَتْ فِیْ سَنَۃِ کَذَا فِیْ شَھْرِ کَذَا فِیْ یَوْمِ کَذَا۔ فرمایا یہ جھوٹی ہے حضرت زینبؑ فلاں دن تاریخ اور فلاں سال میں رحلت پائیں (اس جواب کا پس منظر یہ ہے کہ عہد امام علی نقیؑ تک عام پبلک کی زبان پر حضرت زینبؑ کا سنہ وفات تھا اور حضرت نے بھی دن تاریخ مہینہ بتایا تھا کوتاہی راوی کی ہے جس نے نذر ابہام کر دیا وہ اگر یاد رکھ کر دوسرے رُواۃ سے نقل کرتا تو آج ہم خالی ہاتھ نہ ہوتے) امام کے سامنے یہ بھی عرض کیا گیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ اپنے قول سے نہ پلٹے گی جب تک کوئی معقول وجہ نہ ہو فرمایا اولاد فاطمہؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کو درندوں کے سامنے لے آ اگر اولاد فاطمہ ہے تو کوئی ضرر نہ پہنچے گا یہ وہ معیار تھا جس سے مخالف گروہ اور وہ ماحول جو یقیناً آپ کا دشمن تھا فائدہ اٹھانے پر تیار ہو گیا اور جسے بلایا تھا استفادہ علمی کے لئے اب خود اس کی جان کا مسئلہ سامنے رکھ دیا اور بجائے دعوے دار عورت کو درندوں کے سپرد کرنے کے دل ودماغ آپ کی بے لوث ذات کی طرف متحیر ہوئے اور تمام حاضرین مجلس میں ذہنیت کا جائزہ لے لیا گیا اور دشمن طبقہ کہنے لگا کہ یہ حیلہ غیر کے لئے کیوں اختیار کیا جائے خود ان کو اس محل پر آنے دو۔ متوکل کے دیرینہ کینہ میں تعاون ہوا اور کاسہ لیس طبقہ کی خواشامد سے فائدہ اٹھا کر کہا: یَا اَبَا الْحَسَنِ لِمَ لَا تَکُوْنُ اَنْتَ ذٰلِکَ۔ پھر آپ ہی کیوں نہ (اولاد فاطمہ ہونے کی حیثیت سے) اس امتحان گاہ پر آئیں فرمایا میں، خدا نے چاہا تو حاضر ہوں۔ متوکل کے یہاں درندے ایک عمارت میں بند تھے اور ان کے خورد ونوش پر لوگ نگراں تھے امام کو نردبان (سیڑھی) کے ذریعہ اس مکان میں اُتار دیا اور کٹہرے سے جانوروں کو کھولا چھ شیر تھے جو خونخوار صورت میں پرورش کئے جا رہے تھے جب آپ اندر پہنچے تو شیر سمٹ آئے اور بڑی فروتنی کے ساتھ اپنے تئیں امام کے سامنے ڈال دیا ہاتھوں کو زمین پر پھیلا دیا گردن روئے مبارک کے نظارہ میں بلند کیں اور امام نے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا پھر اشارہ کیا کہ وہ گوشہ خانہ میں چلے جائیں درندوں نے تعمیل حکم کی اور آپ سامنے تنہا کھڑے رہ گئے وزیر نے کہا جلد آپ کو وہاں سے ہٹاؤ قبل اس کے کہ یہ (اعجاز) لوگوں پر واضح ہو اور معذرت کرتے ہوئے کہا اے ابوالحسن ہمارا ارادہ آپ کو نقصان پہنچانے کا نہ تھا بلکہ ہم یقین

کے طالب تھے اب آپ نردبان کے ذریعہ واپس ہوں حضرت نے پہلے زینہ پر قدم رکھا اور درندے آپ کے دامن قبا کو اپنی آنکھوں سے مس کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ صحیح وسالم برآمد ہوئے اور عورت سے کہا کہ اب تو آ۔ اس نے اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کیا اور باپ کا نام بتایا۔ متوکل نے کہا اس کو ضرور درندوں میں لے جا کر ڈال دو وہ اس جرم کی سزا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی مگر اس مجمع میں اس کی ماں بھی تھی ماں نے بچالیا اور معیار مقررہ امامت صحیح ثابت ہوا۔

(مدینۃ المعاجز ص ۵۴۹ طبع ایران) عہد قدیم کے مصنفات اور مولفات میں یہ واقعہ مناقب آل ابی طالب اور ثاقب المناقب اور خرائج راوندی سے ماخوذ ہے اور علامہ سید ہاشم بحرینی نے راوندی کے الفاظ میں نقل کیا ہے علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور حفاظ حدیث کا حوالہ دیا ہے اور درندہ خانہ کے ہیبتناک ہونے پر یہ لفظیں خصوصی حیثیت رکھتی ہیں: قَدْاَصَمَّتِ الْاَسْمَاعَ مِنْ زَئِیْرِھَا۔ شیر کے ڈکارنے سے کانوں کے پردے پھٹے جارہے تھے دوسرا افادہ ابن حجر مکی کی تحریر سے یہ ہورہا ہے کہ اُسی بزم غیر میں کوئی حق نواز بھی تھا جس نے متوکل سے کہا: اِفْعَلْ کَمَا فَعَلَ ابْنُ عَمِّکَ فَلَمْ یَجْسُرْ عَلَیْهِ وَقَالَ اَتُرِیْدُوْنِیْ قَتْلِیْ ثُمَّ اَمَرَھُمْ اَنْ لَا یَفْشُوْ ذٰلِکَ۔ (اے متوکل) اب تو بھی شیروں میں قدم رکھ جیسا کہ تیرے چچا کے بیٹے نے کیا متوکل کی جسارت نہ ہوئی اور یہ کہہ کر چپ ہو گیا کہ تم میری جان لینا چاہتے ہو پھر حکم دیا کہ یہ واقعہ شہرت حاصل نہ کرے۔ (المطالب، ص ۴۶۳ طبع لاہور ۱۳۵۱ھ)

سادات زینبی

یہ مسئلہ خود ایک مستقل بحث ہے کہ جناب زینبؑ کی اولاد میں کتنے نفوس ہیں۔ اخطب خوارزم مشہور عالم کے سلسلہ روایت میں ان کے امام نور الہدیٰ ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینبی (مناقب موفق بن احمد اخطب، ص ۶۸ طبع عراق) یا اور دو افراد جو زینبی کہے جاتے ہیں سادات سے نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق عباسی خاندان سے ہے۔ محمد بن علی بن طقطقی کا بیان ہے ترجمہ عربی عبارت کا ملاحظہ ہو۔

پھر مامون نے بغداد کا سفر کیا اور ابراہیم مہدی نے آمد سلطان سے راہ فرار اختیار کی اور اس مقام پر زینب دختر سلیمان بن علی بن عبداللہ ابن عباس بھی موجود تھیں بنی عباس ان کی بہت تعظیم کرتے تھے زینبی انھیں کی طرف منسوب ہیں۔

اس ذمہ دار راوی کا حاصل یہ ہے کہ زینبی کو اولاد زینبؑ بنت فاطمہ سمجھنا غلط ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ یادش بخیر لکھنؤ میں ''روضہ زینبیہ'' ٹکیت رائے کے تالاب بڑے عظمت اور وقار کے ساتھ قائم کیا گیا تھا اور محترم بانی نے اپنا سرمایہ پانی کی طرح خواہر امام کی یاد میں بہایا تھا میں نے الواعظ میں اس روضہ پر مستقل مقالات شائع کئے ہیں آج امتداد زمانہ گزرنے پر ہمارے بیشتر اوقاف کی جو حالت ہو رہی ہے وہی اس زیارت گاہ کی بھی علاوہ ایک مقدس نقل مزار ہونے کے کتنے ادباء اور ارباب کمال اس زمین پر محو خواب ہیں لکھنؤ کے سوا کسی شہر کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہاں ہادیان ملت کی زیادہ سے زیادہ منسوب یادگاریں موجود ہیں خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم ان کو باقی رکھ سکیں۔